THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

قرآن مجید میں خسارے(خسر)کا تصور اور اس کے اسباب:ایک تجزیاتی مطالعہ

The Qur'anic Concept of Loss (Khusr) and Its Causes: An Analytical Study

Laraib Mushtaq
Research Scholar, GC University, Lahore
Dr. Uzma Saffat
Assistant Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University, Lahore

Abstract

This research article is based on an analytical study of the Qur'ānic concept of human loss as mentioned in Sūrah al-ʿAṣr. Allah Almighty declares that mankind is in a state of loss except those who possess faith, perform righteous deeds, exhort one another to truth, and remain steadfast in patience. In this article, the reality of human loss and its various dimensions have been examined in detail. It particularly discusses whether loss occurs only because of false beliefs, or whether a person may also fall into loss despite having correct beliefs if his deeds are corrupt and contrary to divine guidance. Therefore, both theological and practical causes of loss have been highlighted in the light of Qur'ānic teachings. Furthermore, the principles of salvation from loss, as described in Sūrah al-ʿAṣr, namely faith, righteous deeds, mutual encouragement towards truth, and patience, have been comprehensively analyzed through exegetical sources. The study concludes that this short sūrah presents a complete code of success and protection from worldly and eternal loss.

Keywords: *Khasirin, Human Loss, Surah al-Asr, Tafsir studies.*

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا۔ عبادت صرف سجدہ کرنے کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانا اور اللہ کی رضا کیلئے نیک اعمال کرنا بھی عبادت میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انسانوں کی روحوں سے ایک عہد لیا تھا جسے 'عہد الست' کہا جاتا ہے۔ انسان کو جب زمین پر بھیجا تو اسے اپنے خلیفہ کی صورت میں بھیجا' اور اسے زندگی کی مخصوص جمع پونجی دے کر بھیجا۔ پھر اسے اس کا عہد اور مقام یاد دلانے کیلئے انبیاء کرام کو بھیجا۔ کچھ لوگوں نے ان کی اطاعت کرلی اور 'مفلحین' میں شامل ہو گئے اور جنہوں نے انہیں جھٹلایا، ہٹ دھرمی دکھائی اور نافرمانی کی وہ دنیا میں بھی تباہ وبرباد ہوئے اور آخرت میں بھی ابدی عذاب ان کا منتظر ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن 'خاسرین' کہتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے سرمائے کو ایمان اور عمل صالح کی بجائے مادی وسائل میں صرف کر دیا۔ سورت العصر جو تین آیات پر مشتمل ایک مختصر سورت ہے۔ جس میں اللہ نے ایک بہت بڑی حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ مقالے میں ان اسباب کو جاننے کی کوشش کی گئ ہے جو انسان کے خسارے کی وجہ بنتے ہیں۔ اللہ نے اس حقیقت کے اعلان کے بعد اس سے بچاؤ کا راستہ بھی اسی سورت میں بتایا ہے۔

سورۃ العصر اور فلسفہ خسران:

ارشاد باری تعالی ہے:

وَ الْعَصْرِۙ۔اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍۙ۔اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔(العصر۱۰۳:۱۔۳)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

"زمانے کی قسم! انسان در حقیقت بڑے خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ آخر یہ انسان کے خسارے سے کیا مراد ہے، انسان کس طرح سے خسارے میں ہے، وہ کیا اسباب ہیں جو انسان کو خسارے کی طرف دھکیلتے ہیں اور اس خسارے سے بچا کیسے جا سکتا ہے، ان تمام سوالات کا جواب قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔

قرآنی اصطلاح "خاسرین" کے لغوی معنی

"خاسرین" عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا واحد "خاسر" ہے، اور مادہ خ س ر ہے۔ یہ لفظ قرآن وحدیث کے علاوہ عربی ادب وشاعری میں بھی بکثرت استعمال ہوا ہے۔ لفظ "خاسرین" کے مختلف معنی ہیں جنہیں ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

قال ابن منظور:

خسر : خَسِرَ وخَسْراً و خَسَراً وخُسْرَاناً وخَسَارَةً وخَسَاراً ، فهو خاسِر وخَسِرٌ ، كله: ضَلَّ .والخَسَار والخَسارة والخَيْسَرَى : الضلال والهلاك ١

ابنِ منظور نے کہا: خسر — خَسِرَ، اور خَسْراً، اور خَسَراً، اور خُسْرَاناً، اور خَسَارَةً، اور خَسَاراً — سب کے سب (ایک ہی معنی میں) ہیں: گمراہ ہونا۔ اور خَسَار اور خَسَارَة اور خَيْسَرى کا معنی ہے: گمراہی اور ہلاکت۔

وفی لغات القرآن:

کبھی تو خسارے کی نسبت انسان کی طرف کی جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں فلانے کو گھاٹا ہو گیا ہے اور کبھی فعل کی طرف چنانچہ بولتے ہیں اس کی تجارت گھٹ گئی اور کبھی خارجی چیزوں کی طرف جیسے مال وجاہ دنیوی وغیرہ ہیں اور خسارہ کا استعمال بیشتر ان ہی خارجی اشیاء کے متعلق ہوتا ہے، اور کبھی نفیس اور گراں قدر نعمتوں کی طرف جیسے صحت اور تندرستی، عقل وہوش، ایمان وثواب وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے 'خسران مبین' ان ہی گراں قدر نعمتوں کے خسارے کو فرمایا ہے۔۲

وفی القاموس العصری:

القاموس العصری میں لفظ خسارے کو روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مختلف نقصانات کے معنی میں بیان کیا گیا ہے، جیسے: خُسْرَانُ الانتخاب (الیکشن ہارنا)، خُسران الحَرب (جنگ ہارنا)، خُسران الدولة مليون روبية (ملک کو دس لاکھ روپے کا نقصان ہوا)، خُسران الرِّهان (بازی ہارنا)، خَسَائِرُ بِشَرِيَّة (افرادی نقصان)، خَسارة جُزئية (جزوی نقصان)، خَسارةٌ حُكميّةٌ (ناقابل تلافی نقصان) وغیرہ۔۳

قرآنی اصطلاح "خاسرین" کے اصطلاحی معنی

قال امام طبری:

قال امام طبری: والخاسرون جمع خاسرة والخاسرون الناقصُون أنفسهم حظوظها بمعصيتهم الله من رحمته۔١

"اور الخاسرون، خاسر کی جمع ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سبب اس کی رحمت سے اپنا حصہ کم کر کے اپنی جانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔"۴

قال امام راغب اصفہانی:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ٥

"انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔"

اس میں ہو سکتا ہے کہ ماپ تول میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنے اور ظلم ترک کرنے کا حکم ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان افعال کے ارتکاب سے منع کیا ہو جو قیامت کے دن میزان عمل میں کمی کا موجب ہوں جس کی وجہ سے آدمی ان لوگوں سے ہو جائے جن کے متعلق قرآن پاک نے: (مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينه)(٨-١٠١) کہاہے۔ یہ دونوں معنی باہم لازم ملزوم ہیں۔ اور جہاں کہیں قرآن پاک میں خسران کا لفظ آیا ہے وہ اسی دوسرے معنی پر محمول ہے دنیوی کاروبار اور دیگر چیزوں میں نقصان اٹھانا مراد نہیں ہے۔٦

قرآن مجید میں لفظ "خسران" کے وجوہ

قرآن مجید میں لفظ خاسرین مختلف وجوہ (معنی) میں استعمال ہوا ہے۔ مختلف کتب میں اس کے پانچ وجوہ بیان کیے گئے ہیں۔ ذیل میں مقاتل بن سلیمان کی توجیہات کو بیان کیا گیا ہے، انہوں نے صرف وجوہ ہی بیان نہیں کیے بلکہ ہر معنی کی آیت کے ساتھ مختصر تفسیر بھی کی ہے جس سے لفظ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے، ذیل میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

الوجه الأول: الخاسرين، يعني: عجزة

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخَاسِرُوْنَ ٧ انہوں نے جواب دیا "اگر ہمارے ہوتے اسے بھیڑیے نے کھالیا، جبکہ ہم ایک جتھا ہیں، تب تو ہم بڑے ہی نکمے ہوں گے "يعني: لعجزة. ٨

الوجه الثاني: الخاسرين، يعني: المغبونين

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ٩ "کہو، اصل دیوالیے تو وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو گھاٹے میں ڈال دیا۔" يعني: غبنوا أنفسهم وصاروا إلى النار و غبنوا أهليهم في الجنة، يعني: الأزواج و الخدم ١٠

الوجه الثالث: الخسران، يعني: الضلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ١١ "وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔" يقول: ضل ضلالا مبينا. ١٢

الوجه الرابع الخسران، يعني: النقص

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ١٣ "پیمانے ٹھیک بھرو اور کسی کو گھاٹا نہ دو۔" يعني: من الناقصين في الكيل و الميزان ١٣

الوجه الخامس: الخاسرين، يعني: في العقوبة

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ١٥ "اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔" يعني: في العقوبة ١٦

درج بالا آیات کی روشنی میں اگر خسران وجوہ کو دیکھا جائے تو انسان اگر ناپ تول میں کمی کرے گا (النقص) اور گمراہی اختیار کرے گا (الضلال) تو اسے بے بسی (عجزة) کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخرت میں وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا اور جنت کی بجائے جہنم اس کا ٹھکانا

ہو گی اور اس کی جنت والی نعمتیں اور اس کی بیویاں اور خدام اس سے چھین کر دوسروں کو دے دی جائیں گی (**المغبونین**)۔ لہذا خسارہ صرف مال میں کمی ہونا نہیں ہے بلکہ ایسے اعمال سر انجام دینا ہیں جو اللہ کے عذاب اور سزا (**العقوبۃ**) کا موجب بنیں۔

خسارے کا معنی صرف نقصان نہیں کسی چیز کا کم ہونا یا گھٹ جانا اور ہارنا بلکہ گمراہی، ہلاکت، ان سب کو خسارے کے معنی میں شمار کیا گیا ہے۔ خسارے کا اطلاق صرف خارجی نقصان یعنی تجارت وغیرہ پر ہی نہیں ہوتا بلکہ باطنی نقصان جیسے عقل و ہوش یا ایمان و ثواب کے ضیاع کو بھی خسارے میں شمار کیا جاتا ہے اور جب عقل اور ایمان میں کمی ہو گی تو یقیناً وہ گمراہی اور ہلاکت کا موجب بنے گی جو کہ حقیقی خسارہ ہے۔ جب انسان اللہ کی نافرمانی کر کے قیامت کے دن اللہ کی رحمت سے دور ہو گا تو اس سے بڑھ اور کیا خسارہ ہو سکتا ہے۔

عقیدے کے لحاظ سے خسارہ کے اسباب

شرک:

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ۔ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔۱۷

"(اے نبی ﷺ) ان سے کہو: "پھر کیا اے جاہلو، تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لیے مجھ سے کہتے ہو؟ (یہ بات تمہیں ان سے صاف کہہ دینی چاہیے، کیونکہ) تمھاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیا کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔"

عقیدے کے اعتبار سے خسارے کا ایک بڑا سبب شرک ہے۔ تفسیر انوار البیان میں اس آیت کے شان نزول کو بیان کیا گیا ہے۔ مفسر ابن کثیر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ مشرکین نے اپنی جہالت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی کہ ہمارے معبودوں کی عبادت کرنے لگو اگر ایسا کرو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ تمہارے معبود کی عبادت کرنے لگیں گے، اس پر آیت کریمہ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ آخر تک نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ان مشرکوں سے کہہ دیجیے کہ اے جاہلو! کیا مجھے حکم دے رہے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے لگوں؟ مزید فرمایا وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ کہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کرام کی طرف ہم نے یہ وحی بھیجی ہے کہ اگر بالفرض اے مخاطب تو نے شرک اختیار کر لیا تو اللہ جل شانہ تیرا عمل حبط فرما دے گا یعنی بالکل اکارت کر دیا جائے گا جس پر ذرا بھی ثواب نہ ملے گا وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا)۔ ۱۸ تفسیر حقانی میں اس آیت کے اسلوب کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ کلام جلالی اور شاہنشاہی رعب کے قاعدہ پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اگلے انبیاء سے شرک سرزد ہونا محال تھا، کیونکہ انبیاء علیہ السلام معصوم ہیں، مگر مخاطب کے سنانے کو ایسا پر زور حکم سنا دیا کہ یہ مذموم کام کسی کو بھی معاف نہیں۔ ۱۹

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر بھی شرک کو عظیم خسارے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا۔ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۲۰۔

"اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں۔ وہ

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں، جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے۔(وہ اس شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں) جس نے اللہ سے کہا تھا کہ "میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا، میں انہیں بہکاؤں گا، میں انہیں آرزوؤں میں الجھادوں گا، میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں ردوبدل کریں گے۔" اس شیطان کو جس نے اللہ کے بجائے اپنا ولی و سرپرست بنالیا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔"

مولانا مودودی اس ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ شیطان کو اس معنی میں تو کوئی بھی معبود نہیں بناتا کہ اس کے آگے مراسم پرستش ادا کرتا ہو اس کو الوہیت کا درجہ دیتا ہو، البتہ اسے معبود بنانے کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی باگیں شیطان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ اور جدھر جدھر وہ چلاتا ہے ادھر ادھر چلتا ہے گویا کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا خدا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے احکام کی بے چون وچرا اطاعت اور اندھی پیروی کرنے کا نام بھی 'عبادت' ہے۔۲۱ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ ڈاکٹر اسرار احمد اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کہ شیطان کہتا ہے کہ میں ان کے دلوں میں بڑی امیدوں کے چراغ روشن کروں گا کہ یہ بہت تابناک کیریئر ہے، لگے رہو اس کام میں، اس میں بڑا فائدہ ہے ، ناجائز ہے تو خیر ہے اللہ بخش ہی دے گا۔ ہم تو اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، ہمیں خوف کس بات کا ہے ؟ جس طرح یہودیوں کو یہ زعم ہو گیا تھا کہ ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں، ہم اس کے بڑے چہیتے ہیں، وغیرہ ان کو میں اس طرح کی لمبی لمبی امیدوں اور لمبے لمبے منصوبوں میں الجھادوں گا۔ اس کو 'طول امل' کہتے ہیں۔۲۲ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ 'بتک' کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ یعنی لوگوں کو سکھاؤں گا کہ وہ بتوں کی قربانی کے لیے جانوروں کے کان کاٹا کریں گے۔ عرب کے بت پرستوں میں یہ بھی دستور تھا کہ وہ اپنے خیالی معبودوں کی نذر و نیاز اور قربانی کے لیے جانوروں کے کان کاٹ ڈالتے تھے اور یہ فعل اللہ کی نظر میں نہایت فسق اور ناپاک تھا۔۲۳ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ- شیطان کا ایک بڑا وار "تغییرِ خلق اللہ" (اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی) ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد اس حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ، جیسے آج جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں کہ مردوں میں عورتوں کے سے انداز اپنائے جارہے ہیں اور عورتوں میں مردوں کے سے طور طریقے اختیار کیے جارہے ہیں۔۲۴ مولانا امین احسن اصلاحی "تدبرِ قرآن" میں تغییرِ خلق اللہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت کو بدلنے سے اصلاً مراد اس فطرت اللہ کو بدلنا ہے جس پر اللہ تعالی نے تمام خلائق کو پیدا کیا ہے۔ مثلاً توحید دین فطرت ہے لیکن شیطان اور اس کے ایجنٹوں نے اس کو شرک سے مسخ کیا۔۲۵

لہٰذا جیسا کہ سورت نساء میں فرمایا گیا ہے کہ بیشک اللہ تعالی نہیں معاف کرتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے۔ جب مشرک کیلئے کوئی معافی ہی نہیں تو اس کیلئے خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہو گی، اور اس کے تمام اعمال اکارت کر دیے جائیں گے۔ لہٰذا سورت الزمر کی آیت میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ خاسرین میں سے ہو جائیں گے، اس کا مقصد دراصل جرم کی سنگینی کو بیان کرنا ہے۔ اور بالواسطہ دوسرے لوگوں سے خطاب کیا جارہا ہے کہ اگر نبی بھی ایسا کریں گے تو ان کے تمام اعمال حبط ہو جائیں گے اور وہ خاسرین میں سے ہو جائیں گے، تو تم لوگ کس خوش فہمی میں ہو۔ عصر حاضر میں شرک کی مختلف صورتیں معاشرے میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان سے آگاہی ضروری ہے تاکہ انسان انجانے میں ایسے کام نہ کر بیٹھے کہ اپنے تمام اعمال ضائع کر کے خاسرین کی فہرست میں اپنا اندراج کروالے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

آخرت کا انکار:

دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار، اللہ سے ملاقات اور قیامت کے دن کو جھٹلانا بھی خسارے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

منکرین آخرت کے خسارے کے متعلق ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ‌ؕ(4) اُولٰٓـئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ هُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ٢٦

"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے لیے ہم نے ان کے کرتوتوں کو خوشنما بنا دیا ہے، اس لیے وہ بھٹکتے پھرتے ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑی سزا ہے، اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں۔"

مولانا عبد الماجد دریابادی **فهم يعمهون** کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ یہ مشاہدہ ہے کہ جن قوموں کے دل سے آخرت کا خیال مٹ جاتا ہے وہ اپنا سارا وقت، ساری قوت اس دنیا کی دوڑ دھوپ، اس کی ترقیوں کے لیے وقف رکھتے ہیں اور اس پر فخر و ناز کرتے رہتے ہیں۔ **زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ**، جو لوگ مذہب کا دامن چھوڑے ہوئے ہیں، قرآن مجید نے کتنی صحیح تشخیص ان کے بارے میں کر دی۔ اپنی اس مادی حسی دنیا کے سامان اور یہیں کی ترقیوں پر وہ پھولے اور اتراتے ہوئے، کس کس طرح ایک ایک نظریہ ایک ایک فلسفہ کی آڑ ڈھونڈتے پھرتے ہیں، اور اس در سے اس در تک ٹھوکریں کھاتے ہی پھرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے **"سوء العذاب"** اور **"الاخسرون"** (سب سے بڑے خسارے والے) کی وعید آئی ہے۔ اسی طرح الجاثیۃ ۲۴:۲۷ میں ان لوگوں کے خسارہ کے متعلق ذکر ہے جو دوبارہ جی اٹھنے پر یقین نہیں کرتے۔ ۲۷ لہٰذا خسارے کا ایک بڑا سبب دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کرنا، آخرت کا انکار کرنا، اس کا مذاق اڑانا، اور اللہ سے ملاقات کو بھول جانا ہے۔ انسان مادہ پرستی میں مبتلا ہو کر اپنے خالق حقیقی سے ملاقات کا انکار کرتا ہے۔ دنیاوی لذت اور مال و دولت کے حصول میں مگن ہو کر اخلاقی دائرے سے باہر نکل جاتا ہے، اور ان کے حصول کیلئے ہر ناجائز اور حرام راستہ اختیار کرتا ہے۔ دوسروں پر ظلم کرتا ہے، ان کے حقوق غصب کرتا ہے۔ منکرین سزا و جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں کہ جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا، ابھی جو زندگی ہے اس میں تو عیش کریں۔ حلانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، صحت اور قوت دی ہے، اس کی راہنمائی کیلئے انبیاء کرام کے ذریعے سے اپنے احکامات بھیجے تا کہ وہ ان کا استعمال کرتے ہوئے اپنی آخرت کیلئے سامان جمع کر سکے، لیکن دنیاوی لذتوں کے حصول کا جو لالچ اس کے دل میں ہے اس کی وجہ سے وہ اندھا ہو چکا ہے۔ وہ بصارت کے باوجود حقیقت کو نہیں پہچان سکتا۔

آیات الٰہی کا انکار:

ارشاد باری تعالی ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖؕ اُولٰٓـئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔٢٨

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اُسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے۔ وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں، وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

تدبر قرآن میں اس کی وضاحت کی گئ ہے کہ یہاں اہل کتاب کا ذکر ہے جو اپنی کتاب پر فی الواقع ایمان رکھتے تھے۔ ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ اس ہدایت الٰہی پر ایمان لائیں گے جو تم ان کے سامنے پیش کر رہے ہو۔ ۲۹ ڈاکٹر اسرار احمد بیان کرتے ہیں کہ اس میں مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق میں بحث ہے کہ تلاوت کا اصل حق کیا ہے۔ ایک بات جان لیجیے کہ تلاوت کا لفظ، جو قرآن نے اپنے لیے اختیار کیا ہے، بڑا جامع لفظ

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

ہے۔"تَلاَ یَتْلُو "کا معنی پڑھنا بھی ہے اور "تَلاَ یَتْلُو "کسی کے پیچھے پیچھے چلنے (to follow) کو بھی کہتے ہیں۔جب آپ کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو آپ اس کے متن text کے پیچھے پیچھے چل رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ جو زیادہ ماہر نہیں ہوتے، کتاب پڑھتے ہوئے اپنی انگلی ساتھ ساتھ چلاتے ہیں تاکہ نگاہ ادھر سے ادھر نہ ہو جائے، ایک سطر سے دوسری سطر پر نہ پہنچ جائے۔ اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ کتاب کی تلاوت کا اصل حق یہ ہوگا کہ آپ اس کتاب کو follow کریں اسے اپنا امام بنائیں، اس کے پیچھے چلیں، اس کا اتباع کریں، اس کی پیروی کریں۔۳۰

لہٰذا خسارے کا ایک سبب آیات الٰہی کا انکار ہے۔ آیات الٰہی سے مراد ایک طرف تو کتاب اللہ بھی ہے لیکن اس سے مراد اللہ کی نشانیاں بھی ہیں جو جابجا نظر آتی ہیں۔ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کا واضح انکار کرتے ہیں، اس کو نہیں مانتے، ان کیلئے تو واضح خسارہ ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ نے انسان کو غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ غور و فکر کرنے پر انسان فطرتاً اور عقلاً یہ سوچے گا کہ یہ چیزیں کس نے بنائی ہوں گی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعے سے انسانوں کو بتایا بھی کہ وہ اللہ ہی ہے جو خالق کل کائنات ہے۔ لیکن انسان اس سب کے باوجود بھی اگر ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے اور ان باتوں کا انکار کرے تو اس کیلئے آخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ جب کہ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو بظاہر مسلمان ہیں، قرآن پر ایمان بھی رکھتے ہیں، اسے پڑھتے بھی ہیں، لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ حلال و حرام کا خیال نہیں کرتے، اور اس کے منع کردہ کاموں سے منع نہیں ہوتے، تو یہ بھی آیات الٰہی کے انکار کی ایک صورت ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے احکام پر عمل بھی کریں اور اس کی تلاوت میں تجوید و مخارج کا خیال رکھیں اور خوبصورت طریقے سے اس کی تلاوت کریں۔

کفار کی پیروی کرنا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ۔۳۱

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم ان لوگوں کے اشاروں پر چلو گے جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو وہ تم کو الٹا پھیر لے جائیں گے اور تم نامراد ہو جاؤ گے۔ (ان کی باتیں غلط ہیں) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تمہارا حامی و مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔"

مومن کے لئے دو ہی راستے ہیں، یا تو وہ کفر اور اہل کفر کے ساتھ مسلسل برسر جنگ رہے گا، باطل اور اہل باطل کے ساتھ برسرپیکار رہے گا اور یا پھر الٹے پاؤں پھر کر مرتد ہو جائے گا۔ وہ یہ سوچ رہا ہو کہ مومن کے لئے ممکن ہے کہ وہ غالب قوتوں کے ساتھ اس معرکہ آرائی سے نکل آئے، ان کے ساتھ مصالحت کرے، ان کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے دین کی حفاظت بھی کرتا ہو، اس کا عقیدہ اپنی جگہ درست ہو، اس کا ایمان قائم ہو، اس کا وجود بھی قائم رہے لیکن یہ سوچ ایک خطرناک واہمہ ہے اس لئے کہ وہ حق و باطل کے اس معرکے میں جو آگے نہیں بڑھتا وہ لازماً پیچھے کو پلٹتا ہے۔ اور جو شخص کفر، شر، باطل، گمراہی اور نافرمانی کے خلاف جدوجہد نہیں کرتا وہ لازماً ذلیل و خوار ہوگا، الٹے پاؤں پھرے گا اور کفر، شر، گمراہی، باطل اور نافرمانی میں داخل ہو جائے گا۔ جسے اس کا ایمان نہ بچا سکے گا۔ اس کا نظریہ حیات نہ بچا سکے گا، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ کفار کی پیروی کر رہا ہو، ان کی بات سن رہا ہو اور ان پر اعتماد کر رہا ہو تو درحقیقت اس شخص نے اپنے ایمان اور نظریہ حیات کا موقف چھوڑ دیا ہے۔ وہ روحانی طور پر شکست کھا چکا ہے۔ اس سے بڑا خسارہ کیا ہو سکتا ہے کہ انسان الٹے پاؤں پھرے اور ایمان کے بعد کفر کی راہ کو از سر نو اختیار کرے۔۳۲ تفسیر ماجدی میں اس آیت کے ضمن میں لکھا گیا ہے کہ کافروں کی ہم خیالی، ہم مذاقی سے بچو۔ يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ یعنی تمہیں الٹے پاؤں ارتداد اور بے دینی کی طرف دھکیل لے جائیں گے۔۳۳

لہٰذا خسارے کا ایک سبب کفار کی پیروی کرنا ہے۔ مسلمان کفار سے دوستی اس لیے کریں گے کہ وہ غالب ہیں، ان کے پاس پیسہ ہے، وسائل ہیں، سیاسی طور پر مضبوط ہیں۔ اگر مسلمان یہ سوچتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی بھی حفاظت کرتے رہیں اور ساتھ ہی ساتھ کفار سے بھی دوستی لگائی رکھیں، ایسا کرنا بظاہر تو انہیں فائدہ مند نظر آئے گا لیکن آہستہ آہستہ کفار ان کے ایمان کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیں گے اور انہیں اپنے راستے پر لے آئیں گے۔ یہاں مراد صرف ظاہری دوستی نہیں بلکہ کفار کے نظریات، ان کی روایات یا ان کے طرز زندگی کو قبول کرنا بھی انتہائی خطرناک ہے کہ اس سے مسلمانوں کے اپنے نظریات، روایات یا ان کا اپنا جو اسلامی کلچر ہے وہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ اور یوں کفار کی اطاعت اور دوستی انہیں الٹے پاؤں ایمان کی روشنی سے نکال کر انہی جہالت اور گمراہی کے اندھیروں میں پہنچا دیتی ہے جن سے اسلام نے انہیں نکالا تھا۔

اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی پیروی کرنا:

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُۚ-وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۳۴

"اس فرماں برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام ونامراد رہے گا۔"

احسن البیان میں اس کا شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ یہود و نصاری میں سے ہر فریق نے دین ابراہیمی پر ہونے کا دعوی کیا اور یہ جھگڑا لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں فریق دین ابراہیمی سے علیحدہ ہیں۔ اس فیصلہ سے دونوں فریق ناراض ہوگئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے فیصلہ کو نہیں مانتے اور نہ آپ کے مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ۳۵
مفتی محمد شفیع بیان کرتے ہیں کہ انبیاء سابقین کے دین کو جو اسلام کا نام دیا گیا ہے وہ ایک محدود طبقہ اور مخصوص زمانے کے لئے تھا، اس وقت کا اسلام وہی تھا، اس طبقہ اور امت کے علاوہ دوسروں کے لئے اس وقت بھی وہ اسلام معتبر نہ تھا اور جب اس نبی کے بعد اور کوئی نبی بھیج دیا گیا تو اب وہ اسلام نہیں رہا، اس وقت کا اسلام وہ ہوگا جو جدید نبی پیش کرے، جس میں یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی اصولی اختلاف نہیں ہوگا مگر فروعی احکام مختلف ہوسکتے ہیں، اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اسلام دیا گیا وہ ناقابل نسخ دائمی تا قیامت رہے گا، اور حسب قاعدہ مذکورہ آپ کی بعثت کے بعد پچھلے تمام ادیان منسوخ ہوگئے، اب وہ اسلام نہیں بلکہ اسلام صرف وہ دین ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے پہنچا۔ ۳۶
لہٰذا خسارے کا ایک سبب دین اسلام کو چھوڑ کر دوسرے دین کی پیروی کرنا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اسلام نے پچھلے تمام ادیان کی تعلیمات کو منسوخ کر دیا ہے۔ اب صرف اسلام کی تعلیمات پر عمل ہوگا اور اسی کی بنا پر نجات ملے گی۔ یہود و نصریٰ کے باہمی جھگڑے کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ۪-وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍۙ-وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ-كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْۚ ۳۷

"یہودی کہتے ہیں: عیسائیوں کے پاس کچھ نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں: یہودیوں کے پاس کچھ نہیں حالانکہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں۔ اور اسی قسم کے دعوے ان لوگوں کے بھی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم نہیں ہے۔"

یعنی یہود و نصریٰ ایک دوسرے کو باطل قرار دے رہے تھے، اسی طرح دیگر غیر الہامی مذاہب اپنے اپنے مذہب کو ہی نجات کا راستہ سمجھتے تھے۔ جبکہ اللہ تعالی نے اصل دین کا اعلان کر دیا کہ وہ اسلام ہی ہے:

وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًاؕ ۳۸ "اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔"

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

خلافت ارضی کے منصب سے غفلت:

ارشاد باری تعالی ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ فِي الْاَرْضِ-فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ-وَ لَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًاۚ-وَ لَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا۔۳۹

"وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ اب جو کوئی کفر کرتا ہے اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے، اور کافروں کو ان کا کفر اس کے سوا کوئی ترقی نہیں دیتا کہ ان کے رب کا غضب اُن پر زیادہ سے زیادہ بھڑکتا چلا جاتا ہے۔ کافروں کے لیے خسارے میں اضافے کے سوا کوئی ترقی نہیں۔"

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس نے پچھلی نسلوں اور قوموں کے گزر جانے کے بعد اب تم کو ان کی جگہ اپنی زمین میں بسایا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس نے تمہیں زمین میں تصرف کے جو اختیارات دیے ہیں وہ اس حیثیت سے نہیں ہیں کہ تم ان چیزوں کے مالک ہو، بلکہ اس حیثیت سے ہیں کہ تم اصل مالک کے خلیفہ ہو۔ اگر پہلے فقرے کا یہ مطلب لیا جائے کہ تم کو پچھلی قوموں کا جانشین بنایا ہے تو اس فقرے کے معنی یہ ہوں گے کہ جس نے گزشتہ قوموں کے انجام سے کوئی سبق نہ لیا اور وہی کفر کا رویہ اختیار کیا جس کی بدولت وہ قومیں تباہ ہو چکی ہیں، وہ اپنی اس حماقت کا نتیجہ بد دیکھ کر رہے گا۔ اور اگر اس فقرے کا مطلب یہ لیا جائے کہ اللہ تعالی نے تم کو اپنے خلیفہ کی حیثیت سے زمین میں اختیارات عطا کیے ہیں تو اس فقرے کے معنی یہ ہوں گے کہ جو اپنی حیثیت خلافت کو بھول کر خود مختار بن بیٹھا یا جس نے اصل مالک کو چھوڑ کر کسی اور کی بندگی اختیار کر لی وہ اپنی اس باغیانہ روش کا برا انجام دیکھ لے گا۔ ۴۰

خلافت کے معنی نیابت، جانشینی، قائم مقامی یا کسی کے بعد آنے والے (نائب) کے ہیں۔ اللہ تعالی نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن انسان کو ایک محدود مدت کیلئے اختیار دیا ہے۔ جیسے ایک قوم کے بعد دوسری قوم آجاتی ہے، یا ایک حکمران کے بعد دوسرا حکمران آجاتا ہے، یا کوئی بھی شخص کسی عہدے پر ہو اس کی جگہ موجودہ شخص آجائے تو وہ اس کا خلیفہ ٹھہرا۔ یہ اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ کوئی چیز بھی ہمیشہ رہنے والی نہیں۔ اس کے علاوہ انسان غرور و تکبر، ظلم، فساد وغیرہ سے بھی بچا رہتا ہے کیونکہ اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اس نے اصل مالک کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ لیکن جب یہ احساس اس صاحب اختیار شخص میں سے رخصت ہو جاتا ہے، یعنی وہ اس بات کا انکاری ہو گیا کہ اس سے اوپر بھی کوئی ذات ہے جس کے حضور اسے پیش ہونا ہے، تو وہ ناشکری اور نافرمانی پر اتر آتا ہے۔ اس کے کفر کا وبال اسی پر ہو گا، اس کے کفر کی نہ تو اللہ کو کوئی پرواہ ہے، اور نہ ہی وہ اپنے کفر سے اپنی ذات کے علاوہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

مکر الٰہی سے بے خوفی:

ارشاد باری تعالی ہے:

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِۚ-فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۴۱

"کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔"

تفسیر احسن البیان میں لفظ 'مَکْر' کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں: پکڑ، داؤ، تدبیر، حیلہ۔ ۴۲ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لفظ 'مَکْر' کی وضاحت یوں کی ہے کہ مَکْر کے معنی عربی زبان میں خفیہ تدبیر کے ہیں، یعنی کسی شخص کے خلاف ایسی چال چلنا کہ جب تک اس پر فیصلہ کن ضرب نہ پڑ جائے اس وقت

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

تک اسے خبر نہ ہو کہ اس کی شامت آنے والی ہے، بلکہ ظاہر حالات کو دیکھتے ہوئے وہ یہی سمجھتا رہے کہ سب اچھا ہے۔۴۳ قاضی ثناءاللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مکر اللہ کی دی ہوئی ڈھیل کہ ایک وقت تک راحت و نعمت میں رکھتا ہے پھر اچانک نامعلوم راستہ سے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے جس طرح کہ پہلی قوموں سے اس نے کیا۔ القوم الخاسرون یعنی جنہوں نے کفر و معصیت کا ارتکاب کیا اور نظر و بصیرت سے کام لے کر اپنے حال کا گزشتہ اقوام کے حال سے توازن نہیں کیا۔۴۴

لہٰذا بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ ایک شخص نافرمانی کے راستے پر چل پڑتا ہے تو ساتھ ہی اسے خوشیاں اور کامیابیاں ملنے لگتی ہیں، وہ سوچتا ہے کہ میں جو کر رہا ہوں ٹھیک کر رہا ہوں، اور وہ اس نافرمانی میں اور آگے نکل جاتا ہے۔ اللہ کا مکر یہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں پر دنیاوی نعمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ جب انسان مال و دولت کی فراوانی اور اقتدار کو اپنی کامیابی سمجھ لے اور اللہ سے بے خوف ہو جائے اور سرکشی میں بڑھتا جائے، تو یہی نعمتیں اس کے لیے ابدی خسارے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ-حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ-۴۵
>
> "پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو، جو انہیں کی گئی تھی، بھلا دیا تو ہم نے ہر طرح کی خوشحالیوں کے دروازے ان کے لیے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان بخششوں میں جو انہیں عطا کی گئی تھیں خوب مگن ہو گئے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا اور اب حال یہ تھا کہ وہ ہر خیر سے مایوس تھے۔"

انہوں نے دنیاوی نعمتوں سے تو خوب عیاشی کر لی لیکن اب آخرت میں ان کیلئے کوئی حصہ نہیں۔ لہٰذا اگر ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص بہت کامیاب ہے، بہت خوشحال ہے، لوگ اس کے آگے جھک رہے ہیں، اس کے ہر جگہ چرچے ہیں، لیکن وہ مذہبی اور اخلاقی طور پر شدید زوال کا شکار ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اسے ڈھیل دی ہوئی ہے۔

رب کے بارے میں بدگمانی کرنا:

> وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَآ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ-وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۴۶
>
> "تم دنیا میں جرائم کرتے وقت جب چھپتے تھے تو تمہیں یہ خیال نہ تھا کہ کبھی تمہارے اپنے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسم کی کھالیں تم پر گواہی دیں گی بلکہ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو بھی خبر نہیں ہے۔ تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا، تمہیں لے ڈوبا اور اس کی بدولت تم خسارے میں پڑ گئے۔"

ڈاکٹر اسرار احمد اس ضمن میں مشرک حکماء اور فلسفہ کا نظریہ بیان کرتے ہیں کہ، گویا ایسے جہلاء بھی اس دنیا میں پائے جاتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے کرتوتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو کچھ معلوم نہیں۔ قبل ازیں اس حوالے سے مشائین (ارسطو اور اس کے پیروکاروں) کا ذکر بھی گزر چکا ہے جن کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ عالم کلیات ہے، وہ جزئیات کا عالم نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کائنات اور اس کی اشیاء کے متعلق قوانین بنا دیے ہیں اور وہ انہی قوانین کو جانتا ہے، جبکہ ان قوانین کے تحت رونما ہونے والے واقعات و حادثات کی جزئیات سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ اس حوالے سے ہمیں خود اپنے بارے میں بھی غور کرنا چاہیے۔ اگرچہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ایک ایک حرکت کو دیکھتا اور جانتا ہے لیکن اپنے اس ایمان کے مطابق ہمارے دلوں میں اس بارے میں یقین پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم غلط کام کرتے ہوئے اس حقیقت سے لا

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

پرواہی برت جاتے ہیں کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، ورنہ اگر واقعی کسی کے دل میں یقین ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے تو بھلا وہ کوئی غلط حرکت کیسے کر سکتا ہے۔۴۷

اس آیت میں ایسی بات بیان کی گئی ہے کہ جس پر انسان کی عقل یقین نہیں کر پائے گی کہ بھلا اعضا کیسے گواہی دے سکتے ہیں، وہ کیسے بول سکتے ہیں۔ غیر مسلم فلسفیوں کا یہ نقطہ نظر تھا کہ اللہ کلیات کا جاننے والا ہے یعنی اس نے یہ دنیا بنا دی اب اسے کوئی سروکار نہیں کہ اس میں کیا چل رہا ہے 'کون کیا کر رہا ہے۔ اس سے تو اللہ تعالیٰ کی صفت 'علیم' پر بھی حرف آتا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ کی اس صفت کا ذکر ہے کہ بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، وہ تمہارے دلوں میں چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ اگر کوئی شخص تنہائی میں گناہ کرتا ہے یا آنکھوں سے یا اپنے دل میں ایسے خیالات لاتا ہے تو اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ مزید یہ کہ اللہ نے انسان پر کراماً کاتبین کو مقرر کیا ہوا ہے جو انسان کے ایک ایک عمل اور زبان سے نکلے ایک ایک حرف کو لکھتے جاتے ہیں تاکہ انسان جب قیامت کے دن اپنے اعمال کا انکار کر دے کہ میں نے تو یہ کام کیا ہی نہیں تو اسے اس کا اعمال نامہ دکھایا جائے۔ مزید یہ کہ جب شخص کراماً کاتبین کا بھی انکار کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کو حکم دے گا اور اس کے اعضاء اس کے اعمال کے متعلق گواہی دیں گے۔ موجودہ دور میں انسان کے چھپ کر گناہ کرنے کا ایک سب سے بڑا ذریعہ اسمارٹ فونز ہیں۔ انسان اس کے ذریعے حرام کام بھی کر سکتا ہے اور اچھے کام بھی کر سکتا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے ہر کام کرے۔

حق کو پہچاننے کے باوجود انکار کرنا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۴۸

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو اس طرح غیر مشتبہ طور پر پہچانتے ہیں جیسے ان کو اپنے بیٹوں کے پہچاننے میں کوئی اشتباہ پیش نہیں آتا۔ مگر جنہوں نے اپنے آپ کو خود خسارے میں ڈال دیا ہے وہ اسے نہیں مانتے۔"

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہود میں داخل تھے، پھر مسلمان ہوئے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے کہ تم لوگ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہو جیسے اپنی اولاد کو اس کی کیا وجہ ہے؟ عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اوصاف کے ساتھ جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں نازل فرمائے، اس لئے اس کا علم ہمیں یقینی اور قطعی طور پر ہے، بخلاف اپنی اولاد کے کہ اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری اولاد ہے بھی یا نہیں۔۴۹ سید قطب شہید اپنی تفسیر فی ظلال القرآن میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اہل کتاب اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ کتاب از جانب اللہ برحق ہے، اس لیے کہ وہ اس کتاب کی قوت تاثیر سے واقف تھے۔ اہل کتاب دین اسلام کا بہت ہی گہرا مطالعہ کرتے ہیں اور نہایت ہی سنجیدگی اور گہرائی سے اسلام کو سمجھنے کی سعی کرتے ہیں۔ لیکن اس سے وہ کسی حقیقت کی تلاش میں نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ان تحقیقات سے اس امر کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کس مقام سے وہ دین اسلام پر حملہ آور ہوں۔ یہ لوگ دین اسلام کے ان تمام سرچشموں کو بند کرنا چاہتے ہیں جن کی وجہ سے انسانی فطرت کو سیرابی حاصل ہو سکتی ہے یا فطرت انسانی ان پہلوؤں سے متاثر ہو سکتی ہے۔ وہ ایسے تمام سرچشموں کو بند کرنا چاہتے ہیں۔۵۰

یہود و نصریٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے۔ ان کی کتابوں میں نبی آخر زماں کا ذکر اور نشانیاں موجود تھیں۔ ان کا خسارہ اس سے بڑھ کر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے علم سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ ان کو علم اس لیے دیا گیا تھا' ان کی کتابوں میں نشانیاں اس لیے موجود تھیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر آپ پر ایمان لا سکیں لیکن انہوں نے انا اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔ آج بھی مستشرقین جو اسلام کا

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اتنا علم رکھتے ہیں اور اس پر اتنی ریسرچ کرتے ہیں وہ اس لیے نہیں کہ وہ اسلام میں دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ وہ اسلام میں کوئی نہ کوئی کجی تلاش کرنا چاہتے ہیں یا کوئی الزام لگانا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ علم بیکار اور ضائع ہے، وہ ان کے کسی کام نہ آئے گا۔ وہ مشرکین مکہ کے برابر مقام پر آ کھڑے ہوئے بلکہ اس سے بھی بدتر ہو گئے کیوں کہ وہ یہ سب جانتے ہوئے بھی کہ اسلام ہی دین بر حق ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔

اعمال کے لحاظ سے خسارہ کے اسباب

قتل اولاد اور اللہ پر بہتان:

ارشاد باری تعالی ہے:

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِؕ-قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۔۵۱

"یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ کے دیے ہوئے رزق کو اللہ پر افترا پردازی کر کے حرام ٹھہرا لیا۔ یقیناً وہ بھٹک گئے اور ہرگز وہ راہ راست پانے والوں میں سے نہ تھے۔"

علامہ غلام رسول سعیدی تبیان القرآن میں اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ شیطان نے جو ان کے لیے قتل اولاد کو مزین کیا تھا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ شیاطین نے ان کے دلوں میں یہ خوف ڈالا کہ اگر بچے زیادہ ہو گئے تو ان کی پرورش مشکل ہو گی۔ سو وہ تنگی رزق کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل کر دیتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍؕ-نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْؕ(اسراء:۳۱)اور اپنی اولاد کو فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ۵۲ انوار البیان میں صاحب تفسیر اپنا نقطہ نظر یوں بیان فرماتے ہیں کہ تمام اشیاء و اجناس کی تحلیل و تحریم کا اختیار صرف اللہ تعالی ہی کو ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو پیدا فرمایا اور ان کے لیے استمتاع اور انتفاع کے لیے مختلف اشیاء پیدا فرمائیں اسے اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہے جس کے لیے حلال قرار دے اور جس کے لیے چاہے حرام قرار دے۔ بندوں کو کسی چیز کے حرام یا حلال قرار دینے کا اختیار نہیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خدائی اختیارات کو اپنے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں اس لیے اسے مشرکانہ افعال میں شمار فرمایا۔ اسمبلیوں میں قانون خداوندی کے خلاف جو لوگ قانون پاس کرتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔ مشرکین نے جو یہ تجویز کر رکھا تھا کہ فلاں چیز مردوں کے لیے حلال ہے اور عورتوں کے لیے حرام ہے اس طرح کا رسم و رواج آج بھی بہت سے اہل بدعت میں پایا جاتا ہے۔ ایک بزرگ کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنھا کے لیے جو نیاز دی جاتی ہے اس سے آپ منع کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ (قطع نظر اس بات کے کہ یہ بہت سی بدعات پر مشتمل ہے اور دوسری نیازوں کا بھی یہی حال ہے) اس میں جو یہ قانون ہے کہ اس میں سے لڑکے نہیں کھا سکتے صرف عورتیں ہی کھا سکتی ہیں۔ یہ وہی پابندی ہے جو مشرکین عرب نے جانوروں کے بارے میں تجویز کر رکھی تھی جو چیز اللہ تعالی نے سب کے لیے حلال کی اس کو بعض کے لیے حرام قرار دینا اللہ تعالی کے قانون کی سخت خلاف ورزی ہے اور شرک ہے۔ ۵۳

اس آیت میں ان لوگوں کے خسارے کا ذکر ہوا ہے جو اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں اور اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے اپنے اوپر حلال چیزوں کو حرام ٹھہرا لیتے ہیں۔ آج کل لوگ مفلسی کے ڈر سے اولاد کی پیدائش کو بوجھ سمجھتے ہیں کہ اگر زیادہ بچے ہوئے تو ان کا معیار زندگی متاثر ہو گا۔ بغیر کسی طبی ضرورت کے اسقاط حمل کروانا جدید دور کا قتل اولاد ہے۔ یہ تو جاہلیت کے دور کی سوچ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍؕ-نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْؕ-اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔ ۵۴

"اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ در حقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔"

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

لہذا ہر انسان کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ جس چیز کو چاہتے ہیں حلال ٹھہرا لیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں حرام' اور اس کا بہتان اللہ پر باندھتے ہیں کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے۔

مشروط عمل اور مصیبت کے وقت دین سے پھر جانا:

ارشاد باری تعالی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَه خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِه ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ٥٥

"اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے، اگر فائدہ ہوا تو مطمئن ہو گیا اور جو کوئی مصیبت آگئی تو الٹا پھر گیا۔ اُس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔ یہ ہے صریح خسارہ۔"

معارف القران میں بیان ہے کہ بخاری اور ابن حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے تو بعض ایسے لوگ بھی آکر مسلمان ہو جاتے تھے (جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہیں تھی) اگر اسلام لانے کے بعد اس کی اولاد اور مال میں ترقی ہو گئی تو کہتا تھا کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کے خلاف ہوا تو کہتا تھا کہ یہ برا دین ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔٥٦ مولانا مودودی اس دنیوی اور اخروی خسارے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے جو چند لفظوں میں بیان کر دی گئی ہے۔ مذبذب مسلمان کا حال در حقیقت سب سے بدتر ہوتا ہے۔ کافر اپنے رب سے بے نیاز، آخرت سے بے پرواہ اور قوانین الٰہی کی پابندیوں سے آزاد ہو کر جب یکسوئی کے ساتھ مادی فائدوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے، تو چاہے وہ اپنی آخرت کھو دے، مگر دنیا تو کچھ نہ کچھ بنا ہی لیتا ہے۔ اور مومن جب پورے صبر و ثبات اور عزم و استقلال کے ساتھ خدا کے دین کی پیروی کرتا ہے تو اگرچہ دنیا کی کامیابی بھی آخر کار اس کے قدم چوم کر رہتی ہے، تاہم اگر دنیا بالکل ہی اس کے ہاتھ سے جاتی رہے، آخرت میں بہر حال اس کی فلاح و کامرانی یقینی ہے۔ لیکن یہ مذبذب مسلمان نہ اپنی دنیا ہی بنا سکتا ہے اور نہ آخرت ہی میں اس کے لیے فلاح کا کوئی امکان ہے۔ دنیا کی طرف لپکتا ہے تو کچھ نہ کچھ خدا اور آخرت کے ہونے کا گمان جو اس کے دل و دماغ کے کسی کونے میں رہ گیا ہے، اور کچھ نہ کچھ اخلاقی حدود کا لحاظ جو اسلام سے تعلق نے پیدا کر دیا ہے، اس کا دامن کھینچتا رہتا ہے، اور خالص دنیا طلبی کے لیے جس یکسوئی و استقامت کی ضرورت ہے وہ کافر کی طرح اسے بہم نہیں پہنچتی۔ آخرت کا خیال کرتا ہے تو دنیا کے فائدوں کا لالچ اور نقصانات کا خوف، اور خواہشات پر پابندیاں قبول کرنے سے طبیعت کا انکار اس طرف جانے نہیں دیتا، بلکہ دنیا پرستی اس کے عقیدے اور عمل کو اتنا کچھ بگاڑ دیتی ہے کہ آخرت میں اس کا عذاب سے بچنا ممکن نہیں رہتا۔ اس طرح وہ دنیا بھی کھوتا ہے اور آخرت بھی۔٥٧ اس آیت میں مفاد پرست مسلمانوں کا ذکر ہے۔ جو دین کو محض دنیاوی خواہشات اور فائدے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ مشاہدے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بعض لوگ ایمان کو سودے بازی کی طرح لے کر چلتے ہیں۔ جب انہیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ نمازیں پڑھنے لگتے ہیں، وظائف پڑھتے ہیں، کئی کئی تسبیاں پڑھ ڈالتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود بھی ان کی پریشانی دور نہیں ہوتی یا انہیں مطلوبہ چیز نہیں ملتی تو وہ سارا کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ اتنی عبادت کی' وظائف پڑھے لیکن اللہ نے سنی ہی نہیں جبکہ انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ایمان لانا اس چیز کا نام نہیں کہ آپ جیسا چاہیں گے ویسا ہو جائے گا بلکہ یہاں تو قدم قدم پر آزمائش آئے گی اور امتحان ہو گا تا کہ کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہو جائے۔

مال و اولاد کی محبت میں یاد الٰہی سے غفلت:

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِۚ-وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ-۵۸

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔"

یہاں اللہ کے ذکر سے مراد صرف یہی نہیں کہ انسان ہر وقت تسبیحات وغیرہ پڑھتا رہے، بلکہ اس کا وسیع تر مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اللہ ہر وقت یاد رہے اور اسی بنا پر وہ اپنے جملہ فرائض کی ادائیگی کے لیے ہر وقت کمربستہ رہے۔ تو اے اہل ایمان! کہیں ایسا نہ ہو کہ اموال و اولاد کے معاملات میں منہمک ہو کر تم لوگ اللہ ہی کو بھلا دو۔ جیسا کہ آج کل ہماری اکثریت کا حال ہے۔ آج اگر آپ لوگوں کو اللہ اور دین کی طرف بلائیں تو آپ کو عام طور پر یہی جواب ملے گا کہ کیا کریں جی وقت ہی نہیں ملتا! اب ظاہر ہے جو شخص ایک خاص معیار زندگی کو اپنا معبود بنا کر دن رات اس کی پوجا میں لگا ہو تو اس کے پاس معبود حقیقی کی طرف رجوع کرنے کے لیے وقت کیونکر بچے گا؟۵۹ مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ مال و اولاد سے محبت ایک درجہ میں مذموم نہیں، ان کے ساتھ ایک درجہ تک اشتغال صرف جائز نہیں بلکہ واجب بھی ہو جاتا ہے مگر اس کی یہ حد فاصل ہر وقت سامنے رہنا چاہئے کہ یہ چیزیں انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، یہاں ذکر سے مراد بعض مفسرین نے پانچ وقت کی نماز بعض نے حج اور زکوۃ، بعض نے قرآن قرار دیا ہے، حضرت حسن بصری (رح) نے فرمایا کہ ذکر سے مراد یہاں تمام طاعات و عبادات ہیں اور یہی قول سب کا جامع ہے (قرطبی)۔۶۰

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِؕ-اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔ ۶۱

"کہو، اصل دیوالیے تو وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو گھاٹے میں ڈال دیا۔ خوب سن رکھو، یہی کھلا دیوالیہ ہے۔"

مولانا امین احسن اصلاحی تدبر قرآن مین بیان فرماتے ہیں کہ اَنْفُسَہُمْ کے ساتھ اَهْلِيْهِمْ کے اضافہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ ہر شخص پر اس کے اپنے نفس کے ساتھ اس کے اہل و عیال کی مسئولیت بھی ہے۔ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ والی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت واضح فرمادی ہے اس مسئولیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص نہ صرف اپنی نجات کی فکر کرے بلکہ اپنے اہل و عیال کی نجات کی بھی فکر کرے۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلط طرز عمل سے اپنے اہل و عیال کے لئے غلط مثال چھوڑی یا اپنے زور و اثر سے ان کو غلط راہ پر ڈالا تو اس نے صرف اپنی ہی تباہی کا سامان نہیں کیا بلکہ ان کو بھی ایک ابدی ہلاکت میں ڈالا۔ ۶۲ ڈاکٹر اسرار احمد اس ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ یہاں پر تو وہ حرام خوری کے ذریعے خود بھی مزے میں ہیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی عیش و عشرت کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ لیکن اس روش کو اپنا کر وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ کوئی بھلائی یا خیر خواہی نہیں کر رہے بلکہ حقیقت میں وہ خود کو اور ان کو جہنم کا ایندھن بنانے کے اسباب پیدا کر رہے ہیں۔ ۶۳

اس آیت میں بیان ہے کہ خاسرین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جان اور گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔ وہ دنیا حاصل کرنے کے پیچھے لگے رہے۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ اس شخص کی اچھی آمدن ہے، اچھا گھر ہے، اچھی گاڑی ہے، بیوی بچے ہیں، تو یہ بڑی کامیاب زندگی گزار رہا ہے۔ لیکن یہ سب تو عارضی ہے۔ کیا وہ شخص اپنی آمدن صحیح ذرائع سے حاصل کر رہا ہے اور کیا وہ اسے صحیح طرح سے خرچ بھی کر رہا ہے؟ کیا وہ حقوق اللہ اور حقوق

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

العباد ادا کر رہا ہے؟ کیا اس نے صرف دنیاوی سامان پر ہی توجہ دی ہے یا آخرت کیلئے بھی کچھ جمع کیا ہے؟ یا جیسا کہ آیت میں اھلیھم کا ذکر ہے تو کیا اس نے اپنے گھر والوں کو صرف دنیاوی آسائشیں ہی مہیا کی ہیں یا ان کی اخروی زندگی کیلئے بھی تیاری کروائی؟ کیا اس نے انہیں صرف یہ گُر سکھائیں ہیں کہ دنیا میں کیسے رہنا ہے اور کمانا کیسے ہے اور لیوش لائف اسٹائل کیسے گزارنا ہے یا انہیں یہ بھی سکھایا ہے کہ آخرت کیلئے کیا سامان تیار کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے؟ یاد رہے کہ آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔ دنیا میں تو ہم صرف امتحان کیلئے آئیں ہیں۔ جو اس امتحان میں کامیاب ہو گئے وہ مفلحین میں شمار کیے جائیں گے اور جو ناکام ہو گئے ان کے نام خاسرین کی فہرست میں جمع ہو جائیں گے۔

عدل کا فقدان اور ناپ تول میں کمی:

ارشاد باری تعالی ہے:

وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ۔ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ۔ وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ۔٦٤

"آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔ انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔"

ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں، یہاں میزان سے مراد کائناتی نظام کے اندر پایا جانے والا مربوط اور خوبصورت توازن (cosmic balance) ہے جس کی وجہ سے یہ کائنات قائم ہے۔ یہ توازن تمام اجرام سماویہ کے اندر موجود کشش ثقل (gravitational force) کی وجہ سے قائم ہے۔ تمام اجرام فلکی اس کشش کی وجہ سے آپس میں بندھے ہوئے ہیں۔ قدرت کی طرف سے ہر کرّے کا دوسرے کرّے سے فاصلہ 'اس کی کشش کی طاقت کی نسبت سے رکھا گیا ہے۔ اگر کہیں یہ فاصلہ ایک طرف سے معمولی سا کم ہو جائے اور دوسری طرف سے معمولی سا بڑھ جائے تو یہ سارا نظام تلپٹ ہو جائے اور تمام کرّے آپس میں ٹکرا جائیں۔ اس طرح اللہ تعالی نے اس کائنات کی تمام چیزوں میں ایک توازن قائم کر رکھا ہے۔٦٥
مولانا مودودی کے مطابق، یعنی چونکہ تم ایک متوازن کائنات میں رہتے ہو جس کا سارا نظام عدل پر قائم کیا گیا ہے، اس لیے تمہیں بھی عدل پر قائم ہونا چاہیے۔ جس دائرے میں تمہیں اختیار دیا گیا ہے اس میں اگر تم بے انصافی کرو گے، اور جن حق داروں کے حقوق تمہارے ہاتھ میں دیے گئے ہیں اگر تم ان کے حق مارو گے تو یہ فطرت کائنات سے تمہاری بغاوت ہو گی۔ اس کائنات کی فطرت ظلم و بے انصافی اور حق ماری کو قبول نہیں کرتی۔ یہاں ایک بڑا ظلم تو در کنار، ترازو میں ڈنڈی مار کر اگر کوئی شخص خریدار کے حصے کی ایک تولہ بھر چیز بھی مار لیتا ہے تو میزان عالم میں خلل برپا کر دیتا ہے۔٦٦

اسی طرح سورۃ مطففین میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ۔الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ .وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّ زَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ٦٧

"تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے۔ جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں۔"

ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں کہ 'ویل' کے معنی تباہی، بربادی اور ہلاکت کے بھی ہیں اور یہ جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ہے۔ 'طف' لغوی اعتبار سے حقیر سی چیز کو کہا جاتا ہے۔ اس معنی میں یہ لفظ کم تولنے یا کم ماپنے کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مُطَفِّف وہ ہے جو حق دار کو اس کا پورا حق نہیں دیتا بلکہ اس میں کمی کر دیتا ہے۔٦٨ معارف القرآن میں اس ضمن مین بیان ہے کہ یہ صرف ناپ تول کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ چیز

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

جس سے کسی کا حق پورا کرنا یا نہ کرنا جانچا جاتا ہے اس کا یہی حکم ہے خواہ ناپ تول سے ہو یا عدد شماری سے یا کسی اور طریقے سے ہر ایک میں حقدار کے حق سے کم دینا بحکم تطفیف حرام ہے۔ مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے رکوع سجدے وغیرہ پورے نہیں کرتا جلدی جلدی ختم کر ڈالتا ہے تو اس کو فرمایا لَقَدْ طَفَّفْتَ یعنی تو نے اللہ کے حق میں تخفیف کر دی، فاروق اعظم کے اس قول کو نقل کر کے حضرت امام مالک (رح) نے فرمایا لکل شیء وفاء و تطفیف یعنی پورا حق دینا یا کم کرنا ہر چیز میں ہے یہاں تک کہ نماز، وضو طہارت میں بھی اور اسی طرح دوسرے حقوق اللہ اور عبادات میں کمی کوتاہی کرنے والا تخفیف کرنے کا مجرم ہے اس طرح حقوق العباد میں جو شخص مقررہ حق سے کم کرتا ہے وہ بھی تخفیف کے حکم میں ہے۔ مزدور ملازم نے جتنے وقت کی خدمت کا معاہدہ کیا ہے اس میں سے وقت چرانا اور کم کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ وقت کے اندر جس طرح محنت سے کام کرنے کا عرف میں معمول ہے اس میں سستی کرنا بھی تطفیف ہے اس میں عام لوگوں میں یہاں تک کہ اہل علم میں بھی غفلت پائی جاتی ہے، اپنی ملازمت کے فرائض میں کمی کرنے کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا۔٦٩

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے نظام میں توازن رکھا ہے۔ زمین اور سورج کے درمیان فاصلہ اس قدر متوازن ہے کہ اگر زمین تھوڑی سی بھی سورج کے قریب ہو جائے تو شدید گرمی سے زندگی جل جائے گی اور تھوڑی سی دور ہو جائے تو سب منجمد ہو جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی کی زندگی کے تمام معاملات میں بھی توازن اور اعتدال کا حکم دیا ہے۔ کھانے پینے میں اعتدال رکھو۔ نہ فضول خرچی کرو اور نہ ہی کنجوسی کرو۔ عبادت میں بھی اعتدال کا حکم ہے۔ دوسرا مسئلہ تطفیف کا ہے جس کا مطلب ہے ڈنڈی مارنا یا حق سے کم دینا۔ اگر ہم ناپ تول میں کمی کے حوالے سے آس پاس نظر دوڑائیں تو پھلوں اور سبزیوں کی دکانوں میں یہ چیز عام دیکھنے کو ملتی ہے۔

اللہ کے عہد کی خلاف ورزی:

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ۠- وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِؕ-اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ ٧٠

"اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں، اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔"

یہاں فاسقین کی تین صفات بیان ہوئی ہیں۔(1) الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ۠-تفاسیر میں عہد کے مختلف مفاہیم بیان ہوئے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اور بندے کے درمیان سب سے بڑا عہد عہد الست ہے۔ عہد الست میں تمام بنی آدم سے اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) سب نے ایک ہی جواب دیا: بَلٰى (کیوں نہیں!) تو یہ جو فاسق ہیں، نافرمان ہیں، سرکش ہیں، انہوں نے اس عہد کو توڑا اور اللہ کو اپنا مالک 'اپنا خالق اور اپنا حاکم ماننے کی بجائے خود حاکم بن کر بیٹھ گئے اور اس طرح کے دعوے کیے: اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ (کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے؟) غیر اللہ کی حاکمیت (sovereignty) کو تسلیم کرنا سب سے بڑی بغاوت، سرکشی، فسق اور نافرمانی ہے خواہ وہ ملوکیت کی صورت میں ہو یا عوامی حاکمیت (popular sovereignty) کی صورت میں۔2) وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ - ڈاکٹر اسرار احمد بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، یہ قطع رحمی کرتے ہیں۔ مال کی طلب میں، اس کے مال کو ہتھیانے کے لیے بھائی بھائی کو ختم کر دیتا ہے۔ انسان اپنی ذاتی اغراض کے لیے، اپنے تکبر اور تعلّی کی خاطر تمام اخلاقی حدود کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔(3)(وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ)، یعنی اپنے عقائد کفریہ باطلہ سے۔ اس "فساد" کے اندر، روحانی، مادی ہر قسم کے مفسدے شامل ہیں۔ ٧١

عہد کا مطلب ہے قول و قرار یا ذمہ داری۔ اس لحاظ سے ہر شخص کسی نہ کسی عہد کا پابند ہے۔ ایک عہد ہے جو تمام انسانوں کی روحوں نے اللہ سے عالم ارواح میں کیا تھا کہ جب ان سے پوچھا گیا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں' انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں۔ لیکن دنیا میں آکر انہوں نے اس عہد کو بھلا دیا۔ کسی نے پتھر کے بتوں کو اپنا معبود بنالیا اور کسی نے سورج، چاند، ستاروں کو اور کسی نے آگ کو۔ انسان کی روح کی تسکین ہی اللہ کے ذکر میں ہے اسی طرح انسان جن چیزوں کا ذمہ دار ہے اس ذمہ داری کو پورا نہ کرنا بھی عہد کو توڑنا ہے۔ مثلا نماز، روزہ، زکوۃ، حقوق اللہ، حقوق العباد وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں، پڑوسیوں اور ارد گرد کے تمام لوگوں سے جڑے رہنے کا حکم دیا ہے۔ جب معاشرے میں ایک دوسرے کے حقوق غصب کیے جائیں گے، ہر کوئی اپنی فکر میں ہو گا تو اس سے تعلقات بھی بگڑیں گے اور معاشرے میں فساد بھی برپا ہو گا۔

نجات کے چار اصول:

وَ الْعَصْرِۙ ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍۙ ۔اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۷۲

"زمانے کی قسم! انسان در حقیقت بڑے خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔"

ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق اس آیت میں اس نقصان اور خسارے سے بچاؤ کے لیے چار شرائط بتائی گئی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک یا دو یا تین شرائط پوری کر دینے سے مذکورہ خسارے سے بچنے کی امید نہیں کی جاسکتی۔ کامیابی کے لیے بہر حال چاروں شرائط پر عمل درآمد ضروری ہے۔۷۳ مولانا عبد الحمید سواتی نے ان اچار اصولوں کو گاڑی کے چار پہیوں سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح گاڑی چار پہیوں کے بغیر نہیں چل سکتی، اسی طرح ان چار اصولوں کو اپنائے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جو انسان ان اصولوں کو اپنا لے گا۔ ہمیشہ کیلئے کامیابی حاصل کر لے گا۔۷۴

(1) ایمان:

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا :ان میں پہلی صفت ایمان ہے۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ یہ لفظ اگرچہ بعض مقامات پر قرآن مجید میں محض زبانی اقرار ایمان کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے (مثلاً النساء، آیت ۱۳۷، المائدہ، آیت ۵۴- الانفال، آیت ۲۰-۲۷، التوبہ، آیت ۳۸ اور الصنف، آیت ۲ میں) لیکن اس کا اصل استعمال سچے دل سے ماننے اور یقین کرنے کے معنی ہی میں کیا گیا ہے، اور عربی زبان میں بھی اس لفظ کے یہی معنی ہیں۔ لغت میں امن لہ کے معنی ہیں: **صَدَّقَهُ وَاعْتَمَدَ عَلَيْهِ** (اُس کی تصدیق کی اور اس پر اعتماد کیا) اور امن بہ کے معنی ہیں: **ایقن به** (اس پر یقین کیا)- قرآن در اصل جس ایمان کو حقیقی ایمان قرار دیتا ہے، اُس کو قرآن مجید کی مختلف آیات میں پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے: **اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا** (الحجرات:۱۵) "مومن تو حقیقت میں وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر شک میں نہ پڑے۔" **اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا** (حم السجدہ:۳۰) "جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ڈٹ گئے۔۷۵

(2) عمل صالح:

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ :مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد عمل صالح کی حیثیت اس کے لازمی مقتضی کی ہے۔ جب حقیقی ایمان پیدا ہو گا تو وہ لازماً زندگی کے باطنی گوشوں کی طرح اس کے ظاہری اعمال کو بھی منور کرے گا۔ اگر ایمان سے اس کے تقاضوں کے مطابق عمل نہ پیدا ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان نے دل میں جڑ نہیں پکڑی۔۷۶ مولانا مودودی کے مطابق ایمان اور عمل صالح کا تعلق بیج اور درخت کا سا ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

جب تک بیج زمین میں نہ ہو کوئی درخت پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر بیج زمین میں ہو اور کوئی درخت پیدا نہ ہو رہا ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بیج زمین میں دفن ہو کر رہ گیا۔۷۷

(3) امر بالمعروف و نہی عن المنکر:

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ :معالم العرفان میں بیان ہے وتواصوا بالحق یعنی ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرنا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب ایک دوسرے سے ملتے تو سلام کے علاوہ سورۃ والعصر پڑھ لیا کرتے تھے۔ اس سے آپس میں مشترکہ مشن کی یاد دہانی ہوتی تھی۔ وتواصوا بالحق کے لفظ وصیت میں ایک بڑی حقیقت پوشیدہ ہے۔ وصیت اس وقت کی جاتی ہے۔ جب انسان دنیا سے رخت سفر باندھ رہا ہوں۔ قرآن پاک میں بار بار اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے:مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ۔ وراثت کی تقسیم کا جب وقت آتا ہے، تو حکم ہے کہ پہلے مرنے والے کی وصیت کو پورا کرو یا اس کا قرضہ ادا کرو۔ اور پھر باقی ترکہ کو تقسیم کرو۔ مطلب یہ ہے کہ وصیت اس چیز کی جاتی ہے جو نہایت اہم ہو تو یہاں پر وصیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم خواہشات اور باطل نظریات سے بالکل الگ ہیں۔ ہمارا مشن محض حق ہے۔ اس لئے جہاں کہیں حق کے خلاف کوئی چیز پائی گئی فوراً وصیت کر دی کہ اسے چھوڑ دو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا یہی مطلب ہے اور یہ جماعت کا کام ہے۔۷۸

(4) صبر:

وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ:ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں کہ "تواصی بالصبر" "تواصی بالحق" کا لازمی اور منطقی نتیجہ بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کا جو بندہ "تواصی بالحق" کا علم اٹھائے گا اسے شیطانی قوتوں کی مخالفت مول لے کر آزمائش و ابتلا کی مشکل گھاٹیوں سے بھی گزرنا ہو گا اور اس راستے پر چلتے ہوئے نہ صرف اسے خود صبر واستقامت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا ہو گا بلکہ اسے اپنے ہمراہیوں اور ساتھیوں کو بھی اس کی تلقین و نصیحت کرنا ہو گی۔۷۹

حاصل کلام:

خسارہ کا مطلب صرف مال کی تجارت میں نقصان نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی روشنی میں وہ تمام لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کی تجارت ایسے کاموں میں کی جن کا انجام دنیا اور خصوصاً آخرت میں بربادی ہے۔ وہ کام کیا ہیں، اوّل تو ان کے عقائد درست نہیں ہوتے کہ وہ کسی چیز پر ایمان نہیں رکھتے' اگر عقائد درست ہوتے بھی ہیں تو ان میں ایسے اعمال شامل ہو جاتے ہیں جو ان کے خسارے کا سبب بنتے ہیں۔ اگر وہ اللہ پر ایمان رکھتے بھی ہیں تو جانتے بوجھتے ہوئے یا انجانے میں اس کی ذات اور صفات میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ اگر وہ آخرت پر ایمان رکھتے بھی ہیں تو عملی لحاظ سے اس کے منکر ہو جاتے ہیں' آخرت میں اللہ کے سامنے جوابدہی کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔ اگر وہ آیات الٰہی پر ظاہراً ایمان رکھتے بھی ہیں تو عملاً احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ نام کے مسلمان ہو کر مادی وسائل میں گم رہتے ہیں۔ اسی طرح دنیوی مفادات کے تحت کفار سے دوستی کرنا اور ان کی پیروی کرنا، اللہ کی اچانک پکڑ سے بے خوف ہو کر نافرمانی کرتے چلے جانا، اللہ کے دیے ہوئے مناصب پر خدا بن کر بیٹھ جانا کہ میں جو چاہوں کروں اور یہ بھول جانا کہ ان اختیارات کی جوابدہی بھی کرنی ہے، اللہ کے علم کو اور اس کی قدرت کو محدود سمجھنا کہ اسے صرف ظاہری اور محدود اشیاء کا علم ہے'ہم جو چاہیں کریں، یا پھر عقائد درست ہوں بھی تو ایسے اعمال کرنا جو انسان کو خسارے کی طرف لے جائیں جیسے افتراء علی اللہ (اپنی مرضی سے حلال اور حرام کا تعین کرنا، کسی بھی بات کو اٹھا کر اسلام سے منسوب کر دینا، شدت پسندی'جس میں اللہ کی طرف سے دی گئ آزادی اور آسانی کو مشکل بنانا یا اسے ختم کرنا)، اسلام کو مفاد کیلئے استعمال کرنا (ضرورت پڑنے پر اللہ کو یاد کرنا، اسلام پر اس

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

وقت تک عمل کرنا جب تک وہ دنیوی فائدوں اور نفسانی خواہشات کے ساتھ نہ ٹکرائے)،لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرنا(جیسے مستشرقین' اسلام پر بے جا تنقید و تحقیق کرتے ہیں، اسلام کے قوانین کو ظالم کہنے والے اور یہ کہنے والے کہ اسلام آزادی کو ختم کرتا ہے)،مال و اولاد میں مصروف ہو کر اللہ سے غافل ہو جانا، کائنات میں اللہ تعالیٰ نے جو میزان قائم کیا ہے اسے خراب کرنا، عہد کی خلاف ورزی کرنا(ہر شخص کسی نہ کسی عہد کا پابند ہے یعنی اللہ کو ایک ماننا نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ ادا کرنا، معاشرے میں لوگوں کے حقوق ادا کرنا خصوصاً قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا وغیرہ)، اور ایسے لوگ جو زمین میں کسی بھی طرح سے فساد برپا کرتے ہیں۔ لہٰذا صرف عقیدے کا درست ہونا انسان کو خسارے سے نہیں بچا سکتا جب تک کہ اس کے اعمال بھی درست نہ ہوں۔

حوالہ جات

1. ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، امام، علامہ، لسان العرب، بزیل مادہ خ(قم (ایران): ادب الحوزۃ، ۱۴۰۵ھ)
2. نعمانی، محمد عبد الرشید، مولانا، لغات القرآن، (کراچی: دارالاشاعت، اپریل ۲۰۰۷ء)، ج ۱، ص ۳۰۹
3. الواجدی، یاسر ندیم، مولانا، ڈاکٹر، مفتی، القاموس العصری، (مکتبہ رحمانیہ، سن اشاعت ندارد)، ص ۵۶۶
4. الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۵ھ)، ج ۱، ص ۱۵۵
5. الرحمٰن ۵۵:۹
6. راغب اصفہانی، امام، مفردات القرآن، (اقبال ٹاؤن، لاہور: شیخ شمس الحق، سن اشاعت ندارد)، ج ۱، ص ۳۱۹
7. یوسف ۱۲:۱۴
8. مقاتل بن سلیمان، الوجوہ والنظائر فی القرآن العظیم، (دبئ: جمعہ مجید مرکز برائے ثقافت وورثہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۶
9. الزمر ۳۹:۱۵
10. مقاتل بن سلیمان، الوجوہ والنظائر فی القرآن العظیم، (دبئ: جمعہ مجید مرکز برائے ثقافت وورثہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۷
11. النساء ۴:۱۱۹
12. مقاتل بن سلیمان، الوجوہ والنظائر فی القرآن العظیم، (دبئ: جمعہ مجید مرکز برائے ثقافت وورثہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۷
13. الشعراء ۲۶:۱۸۱
14. مقاتل بن سلیمان، الوجوہ والنظائر فی القرآن العظیم، (دبئ: جمعہ مجید مرکز برائے ثقافت وورثہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۸
15. الزمر ۳۹:۶۵
16. مقاتل بن سلیمان، الوجوہ والنظائر فی القرآن العظیم، (دبئ: جمعہ مجید مرکز برائے ثقافت وورثہ، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۶۸
17. الزمر ۳۹:۶۴۔۶۵
18. محمد عاشق الٰہی، مولانا، مفتی، انوار البیان، (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۴۲۴ھ)، ج ۸، ص ۴۴۲
19. حقانی، محمد عبد الحق، شیخ، تفسیر فتح المنان، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، ۲۰۰۹ء، ج ۶، ص ۲۴۴
20. النساء ۴:۱۱۶۔۱۱۹
21. مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۱، ص ۳۹۸
22. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۲، ص ۱۹۸
23. حقانی، محمد عبد الحق، شیخ، تفسیر فتح المنان، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، ۲۰۰۹ء)، ج ۳، ص ۲۸۴
24. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۲، ص ۱۹۹

25. اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ج ۲، ص ۳۹۰
26. النمل ۲۷: ۴۔۵
27. دریابادی، عبدالماجد، مولانا، تفسیر قرآن، (کراچی: مجلس نشریات قرآن، ۱۹۹۸ء)، ج ۵، ص ۷۱
28. البقرۃ ۲: ۱۲۱
29. اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ج ۱، ص ۳۰۶
30. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۱، ص ۲۰۲
31. ال عمران ۳: ۱۴۹۔۱۵۰
32. قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، مترجم: شیر ازی، معروف شاہ، سید، (لاہور: ادارہ منشورات اسلامی، ۱۹۹۸ء)، ج ۱، ص ۷۵۴
33. دریابادی، عبدالماجد، مولانا، تفسیر قرآن، (کراچی: مجلس نشریات قرآن، ۱۹۹۸ء)، ج ۱، ص ۶۴۴
34. ال عمران ۳: ۸۵
35. فضل الرحمٰن، سید، احسن البیان فی تفسیر القرآن، (کراچی: زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء)، ج ۲، ص ۹۸
36. محمد شفیع، مولانا، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ج ۲، ص ۱۰۲
37. البقرۃ ۲: ۱۱۳
38. المائدہ ۵: ۳
39. فاطر ۳۵: ۳۹
40. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۴، ص ۲۳۸
41. الاعراف ۷: ۹۹
42. فضل الرحمٰن، سید، احسن البیان فی تفسیر القرآن، (کراچی: زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء)، ج ۳، ص ۳۷۷
43. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۲، ص ۶۱
44. پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، تفسیر مظہری، (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء)، ج ۴، ص ۲۴۴
45. الانعام ۶: ۴۴
46. فصلت ۴۱: ۲۲۔۲۳
47. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج ۶، ص ۳۸۲
48. الانعام ۶: ۲۰
49. محمد شفیع، مولانا، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ج ۳، ص ۲۹۶
50. قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، مترجم: شیر ازی، معروف شاہ، سید، (لاہور: ادارہ منشورات اسلامی، ۱۹۹۸ء)، ج ۲، ص ۸۲۰
51. الانعام ۶: ۱۴۰
52. سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، (لاہور: فرید بک سٹال، ۱۹۹۹ء)، ج ۳، ص ۶۶۲
53. محمد عاشق الٰہی، مولانا، مفتی، انوار البیان، (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۴۲۴ھ)، ج ۳، ص ۲۸۶
54. الاسراء ۱۷: ۳۱
55. حج ۲۲: ۱۱
56. محمد شفیع، مولانا، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ج ۶، ص ۲۴۳

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

57. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۳، ص ۲۲۳
58. المنافقون ۶۳:۹
59. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۷، ص ۲۵۴
60. محمد شفیع، مولانا، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ج۸، ص ۴۵۸
61. الزمر ۳۹:۱۵
62. اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ج۶ ص ۵۷۴
63. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۶، ص ۲۰۹
64. الرحمٰن ۵۵:۷۔۹
65. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۷، ص ۸۴
66. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۵، ص ۲۵۱
67. المطففین ۸۳:۱۔۳
68. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۷، ص ۴۳۲
69. محمد شفیع، مولانا، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ج۸، ص ۶۹۳
70. البقرۃ ۲:۲۷
71. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۱، ص ۱۳۰
72. العصر ۱۰۳:۱۔۳
73. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۷، ص ۵۲۶
74. سواتی، عبدالحمید، مولانا، صوفی، معالم العرفان فی دروس القرآن (گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن، ۲۰۰۷ء)، ج۲۰، ص ۴۷۲
75. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۶، ص ۴۵۲
76. اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ج۹، ص ۵۳۴
77. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۶، ص ۴۵۲
78. سواتی، عبدالحمید، مولانا، صوفی، معالم العرفان فی دروس القرآن (گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن، ۲۰۰۷ء)، ج۲۰، ص ۴۷۱
79. اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، (لاہور: مکتبہ خدّام القرآن، سن اشاعت ندارد)، ج۷، ص ۵۲۷